جلد ۴۹/۱۴ | ۱۵ نبوت ۱۳۳۹ ہش | ۱۵ نومبر ۱۹۶۰ء | نمبر ۲۶۳

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ

کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ربوہ

ربوہ ۱۴ نومبر بوقت ۱۰ بجے صبح

کل دن بھر حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی رہی۔ اِس وقت بھی طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں ؞

ترکیہ میں جنرل جمال گرسل کی طرف سے قومی اتحاد کمیٹی کی تشکیلِ نو کا اعلان

سابق کمیٹی کے چودہ ارکان گرفتار کر لئے گئے نئی کمیٹی ۳۷ کی بجائے ۲۳ ارکان پر مشتمل ہے

انقرہ ۱۴ نومبر۔ ترکیہ کے صدر جنرل جمال گرسل نے ترکیہ کی ۳۷ ارکان پر مشتمل قومی اتحاد کمیٹی کو توڑ دیا ہے۔ اور اس کی جگہ ملک کا نظم و نسق چلانے کے لئے ۲۳ ارکان کی ایک نئی کمیٹی قائم کی ہے۔ نئی کمیٹی کے سبھی ارکان پرانی کمیٹی میں بھی شامل تھے۔ جن ۱۴ ارکان کو الگ کیا گیا ہے۔ انہیں ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور باہر مشین گنوں سے لیس پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ انقرہ میں سرکاری عمارتوں کی حفاظت کے لئے بھی سخت احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔

قومی اتحاد کمیٹی گذشتہ ۲۷ مئی کو سابق وزیراعظم عدنان میندریز کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد قائم کی گئی تھی۔ — جنرل گرسل نے اس کمیٹی کو توڑ کر اس کی تشکیل نو کا اعلان انقرہ ریڈیو سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کیا۔ جس وقت وہ یہ اعلان کر رہے تھے۔ ترکیہ کے لڑاکا طیارے استنبول پر پرواز کر رہے تھے۔ اور آبنائے باسفورس میں بحری بیڑی کے جہاز حرکت میں آگئے تھے۔

جنرل گرسل نے کہا قومی اتحاد کمیٹی کی سرگرمیاں ایسے مرحلے پر پہنچ گئی تھیں۔ کہ ملک کے اعلیٰ مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے۔ آپ نے کہا نئی کمیٹی ملک میں دوبارہ جمہوری نظام قائم کرنے کے لئے دستور ساز اسمبلی کے ساتھ مل کر کام کریگی جو اس مقصد کے لئے قائم کی جا رہی ہے۔ جنرل گرسل نے کہا قومی اتحاد کمیٹی کو توڑنے کا اعلان ترکیہ کی مسلح افواج اور کچھ ارکان کے ایک اجلاس میں کیا گیا ہے۔ آپ نے کہا میرے سوا کسی کو کوئی بیان دینے کا اختیار حاصل نہیں۔ نئی کمیٹی کے ارکان میں ۴ جرنیل آٹھ کرنل، چھ لیفٹیننٹ کرنل، تین میجر اور دو کپتان شامل ہیں۔ جن ممبروں کو نکالا گیا ہے وہ خاص طور پر نوجوان اور نچلے درجہ کے افسر تھے۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں

شادی کی مبارک تقریب

ربوہ — مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۶۰ء بروز شنبہ بعد نماز عصر صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب سلمہ ابن سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی تقریب شادی عمل میں آئی۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ان کا نکاح مورخہ ۲ جنوری ۱۹۶۰ء بروز شنبہ بعد نماز عصر سیدہ طاہرہ بیگم صاحبہ سلمہا بنت محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور خارجہ صدر انجمن احمدیہ کے ہمراہ پڑھا تھا

۱۲ نومبر کو برات روانہ ہونے سے قبل پہلے مکرم حافظ محمد رمضان صاحب فاضل نے قرآن مجید کی تلاوت کی بعد ازاں مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نے درثمین میں سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم کے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے۔ بعدہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے اجتماعی دعا کرائی۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد برات جو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کارکنان صدر انجمن احمدیہ

(باقی دیکھیں صفحہ ۸ پر)

حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ

کی علالت

مکرم صاحبزادہ مرزا نسیم احمد صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ صاحبہ محترمہ حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ کی طبیعت بلڈ پریشر اور اعصابی تکلیف کے باعث ناساز ہے احباب حضرت سیدہ موصوفہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کریں۔ نیز مکرم صاحبزادہ صاحب موصوف کی نانی صاحبہ بھی تشویشناک طور پر بیمار ہیں ان کی صحت یابی کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے ؞

درخواستِ دعا

مکرم میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال کچھ دنوں سے بعارضہ پیچش و بخار علیل ہیں۔ اور محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے زیر علاج ہیں۔ اگرچہ پہلے سے افاقہ ہے۔ مگر ابھی تک طبیعت پوری طرح بحال نہیں ہوئی احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں ؞ (نظارت بیت المال)

ربوہ میں ایجوکیشن بورڈ کے

زونل ٹورنامنٹ

ربوہ — مورخہ ۱۶ و ۱۷ نومبر ۱۹۶۰ء تعلیم الاسلام کالج گراؤنڈز میں سکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے فٹ بال، باسکٹ بال اور والی بال کے زونل ٹورنامنٹ شروع ہو رہے ہیں کھیلوں سے دلچسپی رکھنے والے احباب سے توقع ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں تشریف لا کر ٹورنامنٹ کی رونق بڑھائیں گے۔ گورنمنٹ کالج جھنگ، گورنمنٹ کالج میانوالی، گورنمنٹ کالج سرگودھا، تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی ٹیمیں ان میں حصہ لے رہی ہیں۔ میچ ۱۱ بجے صبح سے ۴ بجے شام تک روزانہ ہوا کریں گے۔

شہنشاہ ایران اور وزیراعظم سے صدر ایوب کی بات چیت

تہران ۱۴ نومبر۔ صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں بیروت دمشق سے واپس پاکستان آتے ہوئے راستے میں تھوڑی دیر کے لئے تہران کے ہوائی اڈے پر ٹھہرے۔ جہاں انہوں نے ایران کے شاہ محمد رضا پہلوی اور وزیراعظم ایران سے بات چیت کی خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں ملکوں کے سربراہوں نے مشرق وسطیٰ کے حالات اور بین الاقوامی صورت حال پر امریکہ کے صدارتی انتخاب کے اثرات کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔ ایرانی سربراہوں سے مختصر سی بات چیت کے بعد صدر ایوب کراچی روانہ ہو گئے ؞

سینے کے امراض کی تشخیص کا نیا آلہ

کراچی ۱۴ نومبر۔ تپ دق کے ایک پاکستانی ماہر ڈاکٹر اے اے معید نے سینے کی بیماری کے علاج اور تشخیص کے لئے ایک آلہ تیار کیا ہے۔ جو بین الاقوامی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ایکسرے کے ماہر نے کہا ہے کہ یہ آلہ سینے کے امراض کے علاج کے سلسلہ میں پیٹنٹ ہے۔ اور اسے ایک مشہور جرمن فرم کی طرف سے تیار کیا جا رہا ہے ؞

ایڈیٹر۔ روشن دین تنویر بی۔ اے، ایل ایل۔ بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۱۵ نومبر ۶۲ء

اسلام اور سیاست

ہفت روزہ "ایشیا" لاہور مؤرخہ ۱۳/۱۰/۶۲ میں الفضل ۲۶/۹/۶۲ کا ایک حوالہ کانٹ چھانٹ کرکے شائع کیا گیا تھا۔ ہم نے الفضل ۱۴/۱۰/۶۲ میں پورا حوالہ درج کرکے بتایا تھا کہ کس طرح حوالہ میں کتر بیونت کی گئی ہے۔ آخر میں ہم نے لکھا تھا:

"ہمیں تحریر لکھنے والے سے کچھ نہیں کہنا۔ البتہ مدیر "ایشیا" سے ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ ایشیا کے سرنامہ پر جو یہ لکھا ہوتا ہے کہ:۔ "پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا علمبردار" کیا یہ علمبرداری اسی طرح حاصل ہوتی ہے کہ جو غلط سلط باتیں جماعت احمدیہ کے خلاف ملے اس کو بغیر تحقیقات اور بغیر اصل حوالہ دیکھنے کی تکلیف اٹھائے شائع کر دیا جائے؟ کیا یہ حدیث نہیں ہے کہ جو شخص اتنی ہی بات جو وہ سنے آگے چلائے اس کے جھوٹا ہونے پر دال ہے۔ کیا قرآن کریم کی یہ ہدایت نہیں ہے کہ جب کوئی مشکوک آدمی خبر لائے تو اس کی تحقیقات کر لی جائے۔ کیا مدیر ایشیا بن سکتے ہیں کہ وہ اسی قسم کے اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار ہیں جس میں جھوٹ اور غلط اور توڑے مروڑے حوالوں کی بناء پر دوسروں پر حملے کئے جائیں گے! اور پاکستان کے عوام میں بین الفرق منافرت کا زہر پھیلایا جائے گا اگر "ایشیا" ایسے ہی نظام کے نفاذ کا علمبردار ہے تو ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں اور اس سے براءت چاہتے ہیں۔

آخر میں ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر "ایشیا" کے مدیر کے دل میں ایمان کی رمق باقی ہے تو وہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پوری عبارت جو اوپر دی گئی ہے "ایشیا" میں نقل کرکے معذرت کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو یہ فرض "ایشیا" کے دیانت دار قارئین کا ہے کہ مدیر ایشیا کو مجبور کریں کہ وہ اس کی تلافی کریں۔ اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کریں۔

یہ نہ صرف اس لئے نہایت ضروری ہے کہ انہیں ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے بلکہ اس لئے بھی کہ پاکستان کی سالمیت اور بہبودی کا یہ تقاضا ہے کہ یہاں بین الفرق منافرت کو غلط بیانیوں سے ابھار کر وطن کی فضا کو گندہ نہ کیا جائے۔ اور ملک کے ارباب نظم و نسق کے لئے خواہ مخواہ دشواریاں پیدا نہ کی جائیں۔" (الفضل ۱۴/۱۰/۶۲)

یہ عبارت سیدھی سادھی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور ہر ایک شخص جو اردو پڑھ لکھ سکتا ہے اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ ہم نے مدیر ایشیاء پر یہ الزام نہیں لگایا تھا کہ انہوں نے خود کتر بیونت کی ہے۔ اوپر کی محولہ عبارت سے یہ امر بخوبی واضح ہے مگر مدیر ایشیا کی سخن فہمی ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں۔ (حسن کلام کو نظر انداز کرتے ہوئے)

"۱۳ ر اکتوبر کے ایشیا میں اس عنوان کے تحت ....

.... کا ایک مراسلہ درج کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں حسب معمول الفضل کے ایڈیٹر نے ایک طویل مقالہ لکھا اور اس میں ایشیا کے ایڈیٹر پر الزام لگایا کہ اس نے قادیانی جماعت کے خلیفہ کے خطبے کو قطع و برید کرکے شائع کیا ہے حالانکہ یہ الزام خود مدیر الفضل کی بد دیانتی پر مبنی تھا۔ ایشیا میں اس مراسلے کے نیچے صاف طور پر ملک ----- کا نام لکھا تھا اب اگر قطع و برید کی تو اس کے ذمہ دار --- صاحب ہیں جو خود قادیانی جماعت کے درخت کا ایک پھل ہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ "پختہ ہونے کے باعث اس درخت کی "حقیقت" سے واقف ہو کر اس سے علیحدہ ہو گئے۔ ایشیا کے ایڈیٹر کو نہ اس "قطع و برید" کا علم اور نہ اس کی ذمہ داری کا وہ مورد۔ لیکن مدیر الفضل نے اپنے حلقے کے "بزان اخفش" کو یہ تصور دینے کے لئے کہ احمدیت کے معترضین کتر بیونت سے کام لے کر اعتراضات کی عمارت کھڑی کرتے ہیں نہ صرف اخفائے حقیقت کیا بلکہ دجل و تلبیس سے بھی کام لیا۔"
(ایشیا ۱۵/۱۱/۶۲)

ہم مدیر ایشیا کے رہنما مولینا مودودی صاحب اور ان کے دوستوں کے سامنے یہ دونوں عبارتیں پیش کرتے ہیں اور داد طلب ہیں کہ ؎

تمہیں اس بت کی لگتی ہے کہ یا میری خطا لگتی
مسلمانو ذرا انصاف سے کہنا خدا لگتی

اسی نوٹ میں آگے ایشیا کے مدیر محترم رقم طراز ہیں۔ (حسن کلام کو نظر انداز فرماتے ہوئے)

"....... صاحب کے جوابی مراسلے کا ایک حصہ گذشتہ صحبت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ آج دوسری قسط سے اس کی تکمیل کی جا رہی ہے امید ہے ان حوالوں سے وہ یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیں گے کہ ان میں قطع و برید کی گئی ہے۔ اصل یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے نقیب آج کل صرف اپنی چمڑی بچانے کے لئے سیاست میں حصّہ لینے کا انکار کرتے ہیں۔ ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی شخص جماعت بنائے خواہ اس کا نام دینی ہی رکھے مگر وہ سیاست سے دامن کش رہے۔ سیاست بھی اسلام کا اتنا ہی حصّہ ہے جتنا عقائد عبادات، معاشرت، معیشت، اخلاق ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں تو صرف عقائد و اخلاق کی اصلاح کرتا ہوں سیاست سے بحث نہیں کرتا وہ یا تو جھوٹ بولتا ہے۔ یا اسلام کے مکمل تصور سے بے بہرہ ہے۔ اسکو اسلام کی ہوا بھی نہیں لگی۔ آخر نوع انسانی کو اسلام کے پورے فیضان سے بہرہ مند کرنے کے لئے سیاست سے اجتناب ممکن ہی کیونکر ہے۔ سوال صرف یہاں یہ ہے کہ سیاست میں حصّہ لینے کا طریقہ اسلامی ہو اور ان اصول و تعلیمات کی پوری پابندی کی جائے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نام تو اسلام کا لیا جائے مگر اسلام کا کام کرنے والوں کی زندگیاں اس کی نفی کریں۔" (ایشیا ۱۵/۱۱/۶۲)

ہم نے یا کسی احمدی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اسلام سیاست پر حاوی نہیں ہے اس بات میں مدیر ایشیا ہم سے متفق ہونگے کہ اسلام سیاست کے لئے بھی نہایت اعلیٰ اصول دیتا ہے جس طرح کہ وہ نہ صرف عام زندگی کے متعلق بہترین اور مبنی بر تقویٰ اصول دیتا ہے بلکہ وہ جنگ اور جہاد بالسیف کیلئے بھی نہایت اعلیٰ اخلاقی اصول دیتا ہے۔ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ لیکن ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم دین اسلام کی ترقی اور تبلیغ و اشاعت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ دنیا کے موجودہ حالات میں ملکی سیاست میں اسلام کے نام پر بطور ایک سیاسی پارٹی کے حصہ لینا نہ صرف ان اغراض و مقاصد کے منافی ہے جس کے لئے جماعت احمدیہ کھڑی ہوئی ہے۔ بلکہ فتنہ و فساد کا موجب ہے۔ ہم نے اس کی وضاحت کئی بار کی ہے ذیل میں ہم ایک حوالہ رسالہ "احمدیت کا پیغام" سے جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے مزید وضاحت کے لئے پھر نقل کرتے ہیں:۔

"مصر کی حکومت اپنی جگہ پر اپنا کام کر رہی ہے ایران کی حکومت اپنی جگہ پر اپنا کام کر رہی ہے افغانستان کی حکومت اپنی جگہ پر اپنا کام کر رہی ہے۔ دیگر اسلامی حکومتیں اپنی اپنی جگہ پر اپنا کام کر رہی ہیں لیکن ان کی موجودگی میں بھی ایک خلاء باقی ہے۔ ایک کمی باقی ہے اور اسی خلاء اور اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے احمدیہ جماعت قائم ہوئی ہے جب خلافت ترکیہ کو ترکوں نے ختم کر دیا تو مصر کے بعض علماء نے (بعض رازداروں کے قول کے مطابق شاہ مصر کے اشارہ سے) ایک تحریک خلافت شروع کی اور اس تحریک سے ان کا منشاء یہ تھا کہ شاہ مصر کو خلیفۃ المسلمین تصور کر لیا جائے اور اس طرح مصر کو دوسرے اسلامی ممالک پر فوقیت حاصل ہو جائے سعودی عرب نے اس کی مخالفت شروع کی اور یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ تحریک انگریزوں کی اٹھائی ہوئی ہے اگر کوئی شخص خلافت کا مستحق ہے تو وہ سعودی عرب کا بادشاہ ہے۔ جہاں تک خلافت کا تعلق ہے وہ یقیناً ایک ایسا رشتہ ہے جس سے سب مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ خلافت کا لفظ کسی خاص بادشاہ کے ساتھ مخصوص ہونے لگا تو دوسرے بادشاہوں نے فوراً تاڑ لیا کہ ہماری حکومت میں رخنہ ڈالا جاتا ہے اور وہ مفید تحریک بیکار ہو کر رہ گئی۔ لیکن اگر یہی تحریک عوام میں پیدا ہو اور مذہبی روح اس کے پیچھے کام کر رہی ہو تو سیاسی رقابت اس کے رستہ میں حائل نہیں ہو گی۔ صرف جماعتی رقابت اس کے رستہ میں روک بنے گی سیاسی رقابت کی وجہ سے ایسی تحریک اسی ملک میں محدود ہو کر رہ جائیگی جس کی حکومت اس کی تائید میں ہو گی۔ لیکن جماعتی مخالفت کی صورت میں وہ کسی ملک میں محدود نہیں رہیگی۔ ہر ملک میں جائیگی اور پھیلے گی اور اپنی جڑیں بنائیگی بلکہ ایسے ملکوں میں بھی جا کر کامیاب ہو گی جہاں اسلامی حکومت نہیں ہو گی۔ کیونکہ سیاسی ٹکراؤ نہ ہونے کی وجہ سے ابتدائی زمانہ میں حکومتیں اس کی مخالفت نہیں کرینگی چنانچہ احمدیت کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے احمدیت کا منشاء محض مسلمانوں کے اندر اتحاد پیدا کرنا تھا۔ وہ بادشاہت کی طالب نہیں تھی۔ وہ حکومت کی طالب نہیں تھی۔ انگریزوں نے اپنے ملک میں بعض دفعہ احمدیت کو تکلیفیں بھی پہنچائی ہیں لیکن اس کے خالص مذہبی ہونے کی وجہ سے اس سے کھلے بندوں ٹکرانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ افغانستان میں ملّاؤں سے ڈر کر بعض دفعہ بادشاہوں نے سختیاں کیں لیکن پرائیویٹ ملاقاتوں میں اپنی معذوریاں بھی ظاہر کرتے رہے اور اظہار ندامت بھی کرتے رہے۔ اسی طرح دوسرے اسلامی ممالک میں عوام الناس نے مخالفت کی علماء نے مخالفت کی۔ اور ان سے ڈر کر حکومت نے بھی بعض دفعہ روکیں ڈالیں۔ لیکن کسی حکومت نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ تحریک ہماری حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے قائم ہوئی ہے اور یہ ان کا خیال بالکل درست تھا احمدیت کو سیاست سے کوئی غرض نہیں احمدیت صرف اس غرض کے لئے کھڑی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کا اخلاقی اور روحانی ہتھیاروں سے مقابلہ

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

اپنے اندر خاص روحانی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرو

یہ تبدیلی تبھی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ نماز روزہ اور دیگر تمام اسلامی احکام کو صحیح طور پر بجا لایا جائے

ذکرِ الٰہی کی عادت ڈالو تاکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہو

فرمودہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء بعد نماز مغرب بمقام قادیان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے یہ غیر مطبوعہ ملفوظات ہیں جنہیں صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے:

فرمایا:- میں نے گزشتہ دنوں ملک کی بدامنی کو مدنظر رکھتے ہوئے دوستوں کو اکتوبر کے مہینہ میں

ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی تحریک کی تھی

مگر معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم لوگوں نے اس پر عمل کیا ہے۔ کیونکہ دہلی سے واپسی کے بعد مجھے دو روزے قادیان میں آئے ہیں۔ سحری کو اٹھتا رہا اور اس کھڑکی میں سے جو چوک کی طرف کھلتی ہے دیکھتا رہا۔ مگر مجھے لوگوں کے جاگنے کے آثار معلوم نہیں ہوئے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ روزہ نہیں رکھتے آج محلہ دارالرحمت میں ایک رخصتانہ کی تقریب پر مجھے بھی بلایا گیا تھا۔ وہاں ان لوگوں نے چائے اور کھانے وغیرہ کا انتظام کر رکھا تھا اور ایسا انتظام تبھی ہو سکتا ہے جب روزہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر گھر والوں کا بھی روزہ ہوتا اور باقی مدعوین کا بھی روزہ ہوتا تو

چائے اور کھانے کے انتظام

کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دعوت کرنے والوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ آج روزے کا دن ہے۔ جس کے متعلق بار بار اعلانات اور تحریکات ہو چکی ہیں۔ مگر ان لوگوں نے اس طرح یہ انتظام کر رکھا تھا۔ جیسے ان کو روزے کے متعلق اعلانات اور تحریکات کا علم تک نہ تھا۔ میرا تو خیر روزہ تھا۔ اور میں وہاں تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد واپس چلا آیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ اکثر لوگوں نے چائے پی اور کھانا کھایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلانات سننے والوں نے لوگوں پر

ان روزوں کی اہمیت

کو واضح نہیں کیا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مدعوین میں سے اکثر بے روزہ رہ جاتے۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ آئندہ کے لئے چائے اور ناشتہ وغیرہ کے رواج کو جو ایسی دعوتوں کے مواقع پر بیش از بیش ترقی کرتا چلا جا رہا ہے بالکل مٹا دیا جائے۔ تاکہ یہ غریبوں پر بوجھ نہ بن جائے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ امراء کی دیکھا دیکھی غرباء نے بھی انہی

رسوم کی پابندی کرنا

شروع کر دی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ اس طریق کو منسوخ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف تو غرباء پر بوجھ پڑتا ہے۔ دوسری طرف امراء میں رسم و رواج تصنّع اور دکھلاوے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اب تک تو لوگ اس لئے کرتے رہے ہیں۔ کہ اس سے منع نہیں کیا گیا تھا مگر آئندہ اس کو روکنے کی کوشش کی جائے گی۔ آج کی دعوت میں چائے اور کھانے کے انتظامات کے سوائے اس کے اور کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ کہ ان میں سے کسی کو بھی

روزے کا احساس تک نہ تھا

(اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے استفسار فرمایا کہ اس مجلس میں کتنے لوگوں نے التزام کے ساتھ پچھلے چھ روزے رکھے ہیں۔ حضور کے اس ارشاد پر ۳۷ دوست کھڑے ہوئے اس کے بعد حضور نے فرمایا)

اس وقت مجلس میں ساڑھے تین سو کے قریب دوست بیٹھے ہیں۔ اگر ان میں سے بوڑھوں کو نکال دیا جائے جو صرف دس بیس ہوں گے۔ تو اس کے یہ معنے ہیں کہ صرف دسویں حصہ نے میری تحریک پر پورے طور پر عمل کیا ہے۔ جہاد تو دور رہا۔ ابھی تو لوگ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی عمل نہیں کر سکتے۔ اور ابھی تو تم نے ابتدائی قدم بھی نہیں اٹھایا۔ جہاد تو بہت بڑی چیز ہے۔ جس میں جان اور مال دونوں قربان کرنے پڑتے ہیں۔ جب لوگ روزے کے حکم پر ہی عمل نہیں کر سکتے۔ جس میں کھانے پینے کی بچت بھی ہوتی ہے۔ تو جہاد پر وہ کس طرح عمل پیرا ہو سکیں گے۔ کئی لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ

اسلام کی فتح کب ہو گی

میں کہتا ہوں جب تم نے ابھی تک پہلا قدم بھی نہیں اٹھایا تو فتح کیسی؟ جب تک تم جان اور مال کی قربانیاں نہیں کرو گے۔ جب تک تم دین کے لئے ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاؤ گے۔ جب تک تمہارے اندر بنی نوع انسان کی

خیرخواہی اور ہمدردی

کا جذبہ نہیں پیدا ہو جاتا۔ اس وقت تک وہ انعامات جو پہلے نبیوں کی جماعتوں کو حاصل ہوئے۔ وہ تمہیں کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ عمل اور قربانی سے پہلے انعامات کی امیدیں باندھنا تو نادانی اور حماقت ہے۔ سب سے نکمی جماعت حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تھی۔ جن میں سے ایک حواری نے جبکہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے آئے اور اس سے پوچھا مسیح (علیہ السلام) کہاں ہے تو اس نے مسیح علیہ السلام پر لعنت بھیجی اور کہا کہ میں نہیں جانتا مسیح کہاں ہے۔ مگر اس جماعت کے اعمال بھی تم سے زیادہ ہیں۔ انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک تکالیف اٹھائیں۔ تب جا کر ان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بعثت سے پونے تین سو سال کے بعد ان کو فتح اور غلبہ حاصل ہوا۔ ورنہ اتنے عرصہ تک وہ اپنے ملک میں مغلوب اور مظلوم ہی رہے۔ پس یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ ایک تحریک امام کی طرف سے کی جائے اور صرف دس فیصدی لوگ اس پر عمل کریں جو شخص اپنے اندر پوری تبدیلی نہ کر سکے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو جماعت سے الگ کر لے تاکہ وہ دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ ہو۔ اور لوگوں کے لئے ابتلا کا موجب نہ بنے۔ ایک شخص تو وہ ہوتا ہے۔ جو صرف خود ہی ڈوبتا ہے۔ مگر دوسروں کے لئے خطرناک ثابت نہیں ہوتا۔ مگر ایک شخص پتھر کی طرح خود بھی ڈوبتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی ڈبوتا ہے۔ اور یہی شخص خطرناک ہوتا ہے۔ ایسے آدمی کو چاہیئے کہ اگر وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کر سکے۔ تو اپنے آپ کو جماعت سے علیحدہ کر لے۔ یاد رکھو دلوں کے زنگ نمازوں۔ روزوں اور دعاؤں کے بغیر نہیں دھل سکتے۔ کیونکہ درحقیقت نماز روزہ اور دعائیں

ذکرِ الٰہی کی جان

ہوتی ہیں۔ اور روحانیت کی تکمیل انہی چیزوں سے ہوتی ہیں۔ اور روزہ ایسی چیز ہے۔ جس سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ جماعت ان باتوں پر پوری طرح عمل پیرا نہیں ہوئی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تم میں سے کوئی بھی ان پر عمل پیرا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں سینکڑوں اور ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو پوری طرح ان تمام احکام پر عمل پیرا ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا الہام بھی نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انکو

قبل از وقت غیب کی خبریں

بھی بتاتا ہے اور ان سے نشانات کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ایک باپ کو حقیقی خوشی تبھی نصیب ہوتی ہے۔ جب اس کی ساری اولاد نیک ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام کو بھی حقیقی خوشی تبھی نصیب ہوتی ہے۔ جب تمام دنیا نیک ہو جائے۔ اگر دنیا ہم پر اعتراض کرے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ لاؤ اپنے آدمی ہمارے آدمیوں کے مقابلے میں کھڑے کرو۔ اور وہ لوگ یقیناً عبادات اور قربانیوں میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اس طرح ہم انکا منہ تو بند کر سکتے ہیں مگر ہمارے اپنے دل کا زخم مندمل نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی شخص کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کا چال چلن خراب ہو تو اسے نیند نہیں آتی۔ اسی طرح ہم کو بھی اسوقت تک حقیقی چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ جبتک ساری دنیا اسلام کی غلامی میں نہ آجائے۔ لیکن جب تک ہماری جماعت اپنے اندر خاص طور پر تبدیلی پیدا نہیں کر لیتی۔ تب تک ترقیات اور انعامات کے دروازے بھی ہم پر نہیں کھل سکتے۔ اور تبدیلی بھی تبھی پیدا ہو سکتی ہے۔ جب نماز اور روزے اور دوسرے اسلامی احکام کو صحیح طور پر بجا لایا جائے۔ مگر

میں دیکھتا ہوں

کہ ذکر الٰہی میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں روزوں کا اتنا زور تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر روز بلا ناغہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے متعلق علم ہوا تو آپؐ نے انہیں بلایا اور پوچھا کیا آپ ہر روز روزہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ طریق ٹھیک نہیں اس کو کم کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ کو یہ طریق پسند نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب اصرار کیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا داؤدؑ کا روزہ رکھو۔ یعنی ایک دن رکھ لیا کرو اور ایک دن نہ رکھا کرو اس کا مطلب یہ تھا کہ ایسی عادت اختیار کرنی چاہیئے جس پر انسان غالب آ سکے اور ایسی عادت اختیار نہیں کرنی چاہیئے جو انسان پر غالب آ جائے۔ جب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

بڑھاپے کی عمر کو پہنچے تو کہنے لگے واقعی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ اب روزہ مجھ پر گراں گذرتا ہے اگر میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت مانتا تو اچھا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے صحابہؓ تہجد دعا اور ذکر الٰہی پر اس طرح کاربند رہتے تھے کہ اکثر صحابہؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ راتیں مسجد میں گذارتے تھے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کا احترام کرتے تھے۔ پس اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ مرغن غذائیں زردہ گوشت اور حلوہ وغیرہ کھانے سے روحانیت بڑھتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے ایسی چیزوں سے تو روحانیت نہیں بڑھا کرتی۔ روحانیت تو نماز روزہ زکوٰۃ اور حج سے بڑھتی ہے۔ زکوٰۃ کے بعد مومن کی روحانیت تقویت پاتی ہے کوئی مومن حج کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالےٰ اس کی جڑ جنت میں لگاتا ہے جو نماز پڑھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے ساتھ واسطہ اور تعلق پیدا کرتا ہے اور نماز پڑھنے سے یا تو وہ خدا کو دیکھتا ہے یا خدا اس کو دیکھتا ہے اور یہ دونوں صورتیں ہی مبارک ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کو

عبادت ایسے رنگ میں کرنی چاہیئے

کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ مقام اسے میسر نہ ہو تو اسے اپنے اندر یہ یقین پیدا کرنا چاہیئے کہ مجھے خدا دیکھ رہا ہے۔ اگر نمازی خدا کو دیکھے تو یہ نور علےٰ نور ہے اور اگر اس کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے تب بھی کچھ نہ کچھ تغیر اس کے اندر ضرور واقع ہو گا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ کسی بندے پر پڑے تو اس میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ چاند اور سورج کی روشنی سے دنیا میں کئی قسم کے تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ بچپن میں ہم نے پڑھا تھا کہ ککڑی چاند کی روشنی میں بڑھتی ہے۔ ایک دفعہ ہمیں خیال آیا کہ اس کا بچشم خود مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم ایک چاندنی رات کو اس طرف گئے جہاں سے بہشتی مقبرہ کو راستہ جاتا ہے وہاں ککڑیوں کا ایک کھیت تھا۔ ہم نے دیکھا کہ واقعی چاند کی روشنی میں ککڑی بڑھتی تھی اور خاموشی کے ساتھ ہم نے کان لگا کر سنا تو اس میں سے سرسر کی آواز آتی تھی۔ اور یہ صرف چاند کی روشنی کا اثر تھا۔ اسی طرح بعض قسم کی دردیں چاندنی میں بڑھتی ہیں اور بعض قسم کی دردیں کم ہو جاتی ہیں اور ان کا کم یا زیادہ ہونا چاند کی تاثیر سے ہوتا ہے۔ چاند تو ایک بے حقیقت سا مادہ ہے اس کو بھلا خدا سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھ لو

چاند میں بھی ایک تاثیر ہے

جس سے بعض بیماریاں گھٹتی ہیں اور بعض بیماریاں بڑھتی ہیں۔ اور بعض بیماریوں کو شفا دیتا ہے۔ یہی حال سورج کا بھی ہے۔ اس کی روشنی سے فصلوں اور درختوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ پس چاند میں ترکاریوں اور سبزیوں کو بڑھانے کا اثر ہے اور سورج میں کئی قسم کی چیزوں میں طاقت پیدا کرنے کی تاثیر ہے۔ جب چاند اور سورج میں اتنی تاثیریں ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی نگاہ ایک شخص پر پڑے اور اس کے اندر کوئی تغیر پیدا نہ ہو۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ یا تو نمازی خدا کو دیکھ رہا ہوتا ہے یا خدا نماز پڑھنے والے کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس میں دونو طرح ہی فائدہ ہے پس

ذکر الٰہی کی عادت

روحانیت کے لئے نہایت ضروری چیز ہے اور روحانیت کے بغیر قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اسلام کے باقی تمام احکام پر عمل کرنا خدا تعالےٰ کی خوشنودی کا موجب ہوتا ہے۔ صدقہ اور زکوٰۃ دینے سے غرباء کی حالت درست ہو جاتی ہے اور حرام مال نکل کر حلال خالص اور پاک روزی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح حج کرنے کے لئے جو شخص بے وطنی اختیار کرتا ہے خدا تعالےٰ اس کے لئے جنت میں گھر تیار کرتا ہے اور اس نیکی کے بدلے میں اللہ تعالےٰ اسلام کو شوکت دبدبہ اور عزت عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو شخص میرے لئے وطن چھوڑتا ہے میں اس کو اس کے وطن سے اچھا وطن دیتا ہوں۔ جو شخص میرے لئے مال خرچ کرتا ہے میں اس کو پہلے سے زیادہ مال دیتا ہوں۔ اور جو شخص میرے لئے وقت کی قربانی کرتا ہے میں اس کو لمبی عمر دیتا ہوں۔ پس ہماری جماعت کو اپنے

اندر نیک تبدیلی اور اصلاح

پیدا کرنی چاہیئے اور اس قسم کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے اور التزام کے ساتھ ان پر عمل کرنا چاہیئے یہ نہیں کہ صرف فرض پورا کر دیا۔ فرض تو بہرحال فرض ہے۔ اسے اگر تم پورا نہ کرو گے تو خدا تعالےٰ کی گرفت میں آ جاؤ گے

فرض کے علاوہ بھی ذکر الٰہی کی عادت ڈالو۔ تا تمہاری مشکلات دور ہوں ٭

لازوال زندگی حاصل کرنے کا ایک گُر

اللہ تعالےٰ کی ذات کے سوا ہر شے فانی ہے۔ ہر ذی روح پر ایک نہ ایک دن موت کا وارد ہونا لازمی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے نیک بندوں کو لازوال زندگی بخشنے کے لئے ایک گُر سکھلایا ہے جس پر عمل کرکے انسان وفات کے بعد بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے والباقیات الصالحات یعنی نیک اور مناسب حال اعمال باقی رہنے والی اشیاء ہیں۔ گویا اعمال صالح بجا لانے سے انسان دائمی زندگی پاتا ہے۔ آجکل جبکہ ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اسلام کی اشاعت کے لئے یورپین ممالک میں مساجد کی تعمیر کو عین وقت کا تقاضا بیان فرما رہے ہیں تو اس مہم میں حصہ لینا بہترین عمل صالح اور دائمی زندگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس سلسلہ میں ایک قابل رشک مثال ہمیں رسالہ مصباح کی مدیرہ مکرمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ کی وصیت میں نظر آتی ہے جو دفتر ہذا میں ان کے شوہر مکرم حکیم شیخ خورشید احمد صاحب فاضل ربوہ کے ذریعہ پہنچی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"میری اہلیہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مرحومہ نے مجھے وصیت کی تھی کہ اس کے زیورات میں سے جو اس کی وفات کے بعد موجود ہوں اس کی رقم مسجد فرینکفورٹ (جرمنی) کے چندہ میں اس کی طرف سے ادا کر دی جائے ...... چنانچہ اس کی وفات کے بعد اڑھائی تولہ زیور موجود تھا جس میں سے حصہ وصیت ادا کرنے کے بعد مبلغ ۲۲۵/- روپیہ باقی بچتے ہیں۔ براہ کرم اس قدر رقم ان کی طرف سے چندہ مساجد بیرون میں قبول فرمائی جائے ....."

ہماری مرحومہ بہن زندگی میں بھی بڑے اخلاص اور تندہی سے خدمت دین بجا لاتی رہیں اور وفات کے وقت بھی ان کا خدمت دین کا جذبہ بیدار رہا۔ لاریب ایسی خوش نصیب روحیں وفات کے بعد بھی زندوں میں شمار ہوتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے درجات بلند کرے اور مقام علیین عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ آمین۔ جملہ احباب سے ان کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

(وکیل المال تحریک جدید۔ ربوہ)

درخواست دعا

میری چچی صاحبہ (اہلیہ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی) کے پیٹ میں رسولیوں کا اپریشن احباب جماعت کی دعاؤں سے بفضلہ تعالےٰ کامیاب رہا ہے۔ لیکن اب ان کو کچھ بخار رہنے لگ گیا ہے اور کمزوری کی شکایت ہے۔ لہذا احباب سے مزید دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے جملہ عوارض دور کرکے کاملہ صحت سے نوازے۔ آمین

نیز خود چچا صاحب محترم کی طبیعت بھی بوجہ اعصابی کمزوری اور بلڈ پریشر کے اکثر ناساز رہتی ہے۔ احباب سے ان کی صحت اور درازی عمر کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار منصور احمد بھٹی دارالرحمت غربی۔ ربوہ

اسلام پر غیر مسلم مضمون نگاروں کے ایک غلط اعتراض کا جواب

از مکرم گیانی عباد اللہ صاحب

(قسط نمبر ۱)

غیر مسلم اقوام کی طرف سے اسلام پر اکثر ایسے اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ جن کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہوتی منجملہ ان اعتراضات کے ایک اعتراض یہ ہے کہ مسلمان دوسرے لوگوں کو بزور شمشیر اسلام میں داخل کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا تھا ہماری طرف سے اس اعتراض کا جواب عقلی اور نقلی دلائل سے ہر رنگ میں دیا جاتا رہا۔ اور یہ ثابت کیا جاتا رہا کہ اس اعتراض کی کوئی بھی بنیاد نہیں۔ محض اسے اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کی غرض سے خود ہی وضع کیا گیا ہے اسلام نے کسی مسلمان کو کسی وقت اور کسی حالت میں بھی لوگوں کو تلوار کے زور سے اسلام میں داخل کرنے کی کوئی تعلیم نہیں دی اگر کسی کا ایسا خیال ہے تو یہ خود اس کی اپنی غلطی ہے اسلام نے تو صریح الفاظ میں "لا اکراہ فی الدین" کا اعلان کر کے دین کے معاملہ میں ہر قسم کا جبر کرنے سے قطعی طور پر روک دیا ہے اور اس حقیقت سے کسی بھی سمجھدار انسان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ دین اور مذہب کا تعلق انسان کے دل سے ہے جب تک کسی انسان کا دل کسی مذہب یا عقیدے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو اسے کوئی بھی دین یا عقیدہ تلوار کے زور سے منوایا نہیں جا سکتا۔ ڈنڈے سے انسان کی کھوپڑی تو توڑی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کے دل و دماغ میں جو خیال سمایا ہو اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ اس معقول جواب کے بعد بھی اکثر غیر مسلم اس اعتراض کو برابر اٹھاتے چلے جا رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً مسلمانوں پر یہ الزام دیتے رہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے زمانہ میں زور اور طاقت سے لوگوں کو مسلمان بنایا تھا۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب انہیں نہایت وضاحت سے ان کے اس اعتراض کی لغویت عقلی اور نقلی دلائل سے واضح کر دی گئی تھی۔ تو اس کے بعد ان کی طرف سے اس اعتراض کو دوبارہ اٹھانا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ لیکن جہاں اسلام کے ساتھ اور کئی بے انصافیاں کی گئیں وہاں یہ ظلم عظیم بھی کیا گیا کہ بار بار اس اعتراض کو دوہرایا جاتا ہے اور جراحات کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ اس اعتراض کو بار بار دوہرا کر لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف پیدا کئے گئے بغض اور عناد کو تازہ رکھ سکتے ہیں بلکہ بڑھا سکتے ہیں۔ اس کی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ ہندوستان کے ایک مشہور گورمکھی ماہنامہ "پریت لڑی" کے اکتوبر ۱۹۶۰ء کے پرچہ میں کسی پروفیسر روشن لال صاحب کا ایک مضمون "اتہاسک دھرتی پنجاب (تاریخی خطہ۔ پنجاب)" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس غیر مسلم مضمون نگار نے حسب عادت اسلام اور مسلمان بزرگوں کو بلا واسطہ اور بالواسطہ خوب کوسا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"ਇਸਲਾਮ ਧਰਮ ਦਾ ਆਪਣੀ ਹੀ ਕਿਸਮ ਦਾ ਇਕ ਸਮਾਜ ਸੀ ਤੇ ਉਸ ਦੇ ਸ਼ਰਧਾਲੂ ਬਾਕੀ ਮਤਾਂ ਤੇ ਧਰਮਾਂ ਦੇ ਲੋਕਾਂ ਨੂੰ ਪ੍ਰਚਾਰ ਨਾਲ ਤੇ ਲੋੜ ਪੈਣ ਤੇ ਜਬਰੀ ਵੀ ਆਪਣੇ ਧਰਮ ਵਿਚ ਸ਼ਾਮਲ ਕਰ ਲੈਣ ਵਿਚ ਵਿਸ਼ਵਾਸ ਰਖਦੇ ਸਨ।

ਚੁਪਚਾਪ ਆਪਣੀ ਤੋਰੇ ਤੁਰਦੇ ਜਾਂਦੇ ਭਾਰਤੀ ਸੰਸਕ੍ਰਿਤੀ ਦੇ ਪਰਵਾਹ ਲਈ ਇਹ ਇਕ ਸੰਕਟ ਦੀ ਘੜੀ ਸੀ ਤੇ ਏਡਾ ਵੱਡਾ ਸੰਕਟ ਭਾਰਤੀ ਸਮਾਜ ਤੇ ਸ਼ਾਇਦ ਪਹਿਲਾਂ ਕਦੇ ਨਹੀਂ ਆਇਆ ਸੀ।"

{ ਪ੍ਰੀਤ ਲੜੀ ਅੰਮ੍ਰਿਤਸਰ
ਅਕਤੂਬਰ ੧੯੬੦

یعنی:-

"اسلام دھرم کا معاشرہ اپنی ہی قسم کا تھا۔ اور اس کے عقیدتمند باقی فرقوں اور مذہبوں کے لوگوں کو تبلیغ سے اور ضرورت پڑنے پر جبر سے بھی اپنے مذہب میں داخل کرنے پر یقین رکھتے تھے۔

بغیر کسی اتار چڑھاؤ کے چپ چاپ اپنی چال رہی بھارتی معاشرے کی رو کے لئے یہ ایک مصیبت کی گھڑی تھی اور اس قسم کی بڑی مصیبت بھارتی معاشرے پر شاید اس سے قبل کبھی بھی نہیں آئی تھی"۔

(ترجمہ از پریت لڑی اکتوبر ۱۹۶۰ء)

افسوس کہ پروفیسر روشن لال جی کو اسلام میں اگر کوئی بات ملی ہے تو وہ یہ کہ اس کی بھارت میں آمد چپ چاپ اپنی چال چل رہی بھارتی معاشرے کی رو کے لئے ایک مصیبت کی گھڑی تھی اور اس قسم کی بڑی مصیبت بھارتی معاشرے پر شاید اس سے قبل کبھی بھی نہیں آئی تھی۔ ہر دانشمند اس سے بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ جو لوگ بھارت میں اسلام کی آمد کو بھارتی معاشرے کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت خیال کرتے ہیں وہ اسلام کے عقیدتمندوں کو محبت کی نظر سے کیونکر دیکھ سکتے ہیں۔ اور ان سے متعلق ان کے دل کیونکر صاف ہو سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ اکثر بھارتی ہندو مسلمانوں کا وجود ہندوستان کی ترقی میں بہت بڑی روک سمجھتے اور ان کے خاتمہ کے خواہاں رہے ہیں جیسا کہ ایک سکھ ودوان سردار گوپال سنگھ جی ۱۹۳۳ء میں بنارس میں گئے۔ اور انہیں وہاں ہندو یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے لکھا کہ:-

"ہندو یونیورسٹی کے ایک گریجوایٹ میرے دوست ہیں ان کا پختہ یقین ہے کہ ہمارے ملک کی ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ مسلمان یہاں موجود ہیں۔ اس لئے یا تو تمام مسلمانوں کو ہندو بنا لیا جائے یا پھر انہیں جلا وطن کر دیا جائے"۔

(ترجمہ از رسالہ پھلواڑی جولائی ۱۹۳۴ء)

حالانکہ ۱۹۳۳ء کا زمانہ وہ تھا جب کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی کی جنگ ہندوؤں کے دوش بدوش لڑ رہے تھے۔ اور ۔۔۔ سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں دے رہے تھے۔ پاکستان کا نظریہ بھی ابھی پوری طرح مسلمانوں کے سامنے نہیں آیا تھا۔ اس وقت تعلیم یافتہ ہندوؤں کا ہندوستان کی ترقی کو مسلمانوں کے خاتمہ سے وابستہ کرنا ان کے بغض کو واضح کر رہا ہے۔

پس پروفیسر صاحب نے بھارت میں اسلام کی آمد کو اگر ہندوستان کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت قرار دیا ہے۔ تو انہوں نے اپنے اس کینہ اور بغض کا مظاہرہ کیا ہے جو اسلام کے خلاف ان کے دل میں بھرا ہوا ہے اور اس طرح انہوں نے اپنے آباؤ اجداد بھارتی بزرگوں کو بھی بہت بڑے بزدل۔ کمزور ایمان اور گھٹیا قسم کے لوگ قرار دیا ہے۔ جو تلوار دیکھتے ہی اپنے مذہب کو چھوڑ دیتے تھے اور اسلام قبول کر کے مسلمان بن جاتے تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کبھی بھی کسی کو کوئی مذہب جبر سے نہیں منوایا جا سکتا ہاں اس کی جان لی جا سکتی ہے یا اسے منافق بنایا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی بھی کسی قوم کے لئے سود مند ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ وقت آنے پر ضرور دھوکہ دیا کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے اوپر کئے گئے جبر کا بدلہ لیا کرتے ہیں اور اپنے عقائد میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کیا کرتے اس سلسلہ میں مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ جی نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ:-

"جبر یا لالچ سے اپنے مذہب میں کسی کو شامل کرنا بہت ہی بری بات ہے جبر سے تم کسی کو مسلمان نہیں بنا سکتے اسے پاکھنڈ سکھلا سکتے ہیں۔ وہ خوف کی وجہ سے مسلمان کہلانے یا ظاہر ہونے لگ جائے گا لیکن دراصل وہ مسلمان نہیں ہو گا"۔ ستمبر ۱۹۵۲ء

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی امرتسر)

پس یہ درست ہے کہ جبر سے کسی کو مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ البتہ اسے منافق بننے کی دعوت ضرور دی جا سکتی ہے اور ایسے منافق اگر کسی قوم میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں بھی شامل ہو جائیں تو وہ اسکی تقویت کا موجب نہیں بنتے۔ بلکہ اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔

پروفیسر روشن لال جی نے اپنے اس مضمون میں سکھوں کو خوش کرنے کے لئے سکھ حکومت کے بھی خوب گیت گائے ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں وہ جس کا جی چاہے گیت گائیں۔ البتہ انہیں یہ علم نہیں کہ اس سے متعلق سکھ ودوان یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں سکھوں کی تعداد ایک کروڑ یا اسی لاکھ کے قریب ہو گئی تھی۔ لیکن جونہی سکھ حکومت کا خاتمہ ہوا سکھوں کی یہ تعداد یکدم اٹھارہ لاکھ یا بارہ لاکھ پر آ گئی تھی گویا کہ تھوڑے سے عرصہ میں ہی لاکھوں کی تعداد میں سکھ۔ گورو کی سکھی کو خیر باد کہہ کر اپنے آبائی مذاہب میں لوٹ گئے تھے ملاحظہ ہو رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ بمبئی اکتوبر ۱۹۵۱ء رسالہ سنت سپاہی امرتسر دسمبر ۱۹۴۶ء و اگست ۱۹۴۸ء و دیگر تیغ امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۵۱ء اکالی جالندھر ۲۰ مئی ۱۹۴۰ء اور وررت مان سکھ ... نیتی صفحہ ۲۶ و خالصہ پنتھ دی چڑھدی کلا صفحہ ۵۷ وغیرہ

غور فرمائیے سکھوں پر مصیبت آنے کے وقت یہ لاکھوں کی تعداد میں سکھ دھرم کو چھوڑ دینے والے لوگ کون تھے؟ کیا ان لوگوں کے متعلق باور کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے سکھ دھرم کو ایک سچا دھرم سمجھ کر اپنی مرضی سے قبول کیا تھا؟ یا یہ کہیں ایسے لوگ تو نہیں تھے کہ جنہیں ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر سکھ بنایا گیا تھا۔

اگر بھارتی ودوان خالی الذہن ہو کر خلوت میں اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو ان کے دل اس کا صحیح جواب دیں گے۔ تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہ مزید عرض کیا جاتا ہے کہ خود سکھ بزرگ اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ سکھوں نے اپنے اقتدار کے وقت تلوار کے زور پر لوگوں سے اپنا مذہب منوایا تھا جیسا کہ بھائی گورداس جی (دوسرے) بیان فرماتے ہیں کہ:۔

اِیوں تیسر مذہب خالصہ اپجیو پردھانا
جن گورو گوبند کے حکم سوں گہ کھڑک دکھانا
تِنہ سب ترکن کو چھید کر اکال جپانا
. . . . . .
مڑاھی گوردیول مسیت ڈھائے کئے میدانا
بید پوران کھٹ شاستر اپجن مٹے قرآنا
(واراں بھائی گورداس وار اکم پوڑی ۱۶)

یعنی اس طرح تیسرا پردھان مذہب خالصہ جاری ہوا۔ جس کے ماننے والوں نے گورو گوبند کے حکم سے تلوار پکڑ لی اور مسلمانوں کو قتل و غارت کر کے اکال جپایا۔ اور مڑھیاں مقبرے مندر مساجد مسمار کر کے میدان بنا دیئے۔ اور وید پوران و قرآن شریف بھی ملیامیٹ کر دیئے۔

ناظرین یہ کسی مخالف یا دشمن کا سکھوں پر الزام نہیں بلکہ ان کے ایک بزرگ کا ارشاد ہے اور ایک ایسی کتاب میں درج ہے۔ جسے سکھوں میں گورو گرنتھ صاحب کے بعد دوسری پوزیشن حاصل ہے۔

پس جن لوگوں نے لاکھوں کی تعداد میں سکھ حکومت کے خاتمہ پر سکھ مذہب کو خیرباد کہا وہ ایسے ہی لوگ تھے جنہیں زبردستی یا لالچ دے کر سکھ مذہب میں داخل کیا گیا تھا۔ ایک سکھ ودوان پرنسپل جودھ سنگھ جی ایم اے اس سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ:۔

"یہ بات یقینی ہے کہ سکھ حکومت کے وقت سکھی اصول کمزور پڑ گئے تھے۔ جس کا واضح ثبوت ان بہروپیئے سکھوں کی کرتوت ہے جو دنیاوی لالچ کے لئے بھیکھ دھاری بن گئے تھے۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد انگریزوں سے مل کر جنہوں نے سکھ طاقت کو تباہ کیا تھا.... جب تعداد بڑھانے کا شوق پیدا ہوا اور اصول کمزور ہو گئے۔ تو سینکڑوں سکھوں نے غداری کرنے سے دریغ نہیں کیا؟"

(ترجمہ از ینگ لٹی تھنک راہ صفحہ ۱۵)

پس لالچ یا جبر سے کسی شخص یا قوم کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کا نتیجہ ہمیشہ یہی نکلا کرتا ہے اور ایسے لوگ وقت آنے پر اسی طرح اس مذہب کے ماننے والوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا کرتے ہیں اور اپنے اوپر کئے گئے جبر کا بدلہ لیا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اور تازہ مثال پیش کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آج ہندوستان آزاد ہے اور آزادی سے قبل بقول سکھ ودوانوں کے صوبہ یوپی میں سکھوں کی تعداد چھ لاکھ تھی اب صرف تین لاکھ رہ گئی ہے (ملاحظہ ہو رسالہ سنت سپاہی امرتسر جولائی ۵۳ء و نومبر ۵۹ء اکالی جودھا پٹیالہ ۱۸ نومبر ۵۹ء ہفتہ سیوک جالندھر ۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء پربھات ۲۰ مئی ۱۹۵۱ء وغیرہ)

اس تھوڑے سے عرصہ میں یہ تین لاکھ سکھ کدھر گم ہو گئے؟ کیا یہ کہیں چھوٹی چھوٹی جاتیوں کے وہ لوگ تو نہیں تھے جنہیں محض اپنی تعداد بڑھانے کے لئے لالچ دے کر یا دباؤ ڈال کر کھنڈے کا امرت چھکایا گیا تھا اور سکھ بنایا گیا تھا۔ اور جونہی سرکار کی طرف سے انہیں زیادہ مراعات مل گئیں وہ کیوں سواسوں کے ساتھ سنبھالنے والی سکھی کو خیرباد کہہ کر اپنے پہلے مذہب میں لوٹ گئے۔ اور اپنے کیس منڈوا کر کڑے، کیسے، کچھہرے اور کرپانیں سکھوں کو واپس کر گئے۔ چنانچہ مشہور سکھ ودوان گیانی کرتار سنگھ جی نے اس سلسلہ میں ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ:۔

"صاف ثابت ہو گیا کہ چھوٹی جاتیوں میں سے بنے ہوئے سکھ مساوی حقوق نہ ملنے کی وجہ سے سکھ مذہب کو خیرباد کہہ گئے۔ اسی طرح عیسائی بھی کم ہو سکتے ہیں... ... بغیر تبلیغ کے صرف دنیاوی مراعات دے کر ہزاروں سکھوں کے مذہب کو تبدیل کر دینا مذہبی ظلم اور تعصب ہے جو سیکولر کہلانے والی حکومت کے لئے سراسر نامناسب ہے"
(ترجمہ از سکھ سنگار صفحہ ۱۰)

اس سے تو واضح ہے کہ ہندوستان کے موجودہ حکمران باوجود اس دعویٰ کے کہ ان کی حکومت کی بنیاد کسی مذہب پر نہیں پھر بھی ہندو مذہب کی ترقی میں اس قدر کوشاں ہیں کہ وہ جانبداری کو کام میں لا رہے ہیں اور برسوں پہلے جو لوگ سکھ دھرم یا عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے انہیں دنیاوی مراعات دے کر دوبارہ ہندومت میں واپس لایا جا رہا ہے۔ اور خود یہ گھناؤنا کام کرتے ہوئے اعتراض اسلام پر کیا جا رہا ہے کہ اس میں لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا جاتا رہا ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے ہیں قصور اپنا نکل آیا

پس یہ ایک یقینی امر ہے اور کسی بھی محقق اور سمجھ دار کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں نے اپنے اقتدار کے زمانے میں ہندوستان کے غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنایا ہوتا تو چاہیئے یہ تھا کہ مسلمانوں کی حکومت کے خاتمہ پر لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان فی الفور اسلام سے ارتداد اختیار کر کے اپنے آبائی مذہب میں لوٹ جاتے لیکن ہوا اس کے برعکس یہاں تک کہ سکھ حکومت کے دوران میں جبکہ نماز کے لئے اذان دینا بھی خود سکھوں کے نزدیک موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا (ملاحظہ ہو واراں بھائی گورداس وار اکم پوڑی ۱۶)

ہزاروں ہندو ایسے بھی تھے جو اپنے گھروں میں روزانہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے، نمازیں پڑھتے اور روزے رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ:۔

"سکھوں کے راج میں متعدد ہندو نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے۔ شلواریں۔ مونچھیں شرعی اور چمڑے کے موزے پہنتے۔ اور قبروں کو مانتے تھے۔ ہم نے خود بھی (ایسے لوگ) دیکھے ہیں"
(ترجمہ از پنتھ پرکاش صفحہ ۱۲۳۲ و صفحہ ۲۸۸)

اب قابل غور امر یہ ہے کہ سکھ حکومت کے دوران میں کون مسلمان بادشاہ یا حکمران ہندوؤں کو اس کے لئے مجبور کر رہا تھا اور کون ان کی گردنوں پر تلوار رکھ کر انہیں اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھنے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے کی تلقین کر رہا تھا ایک اور سکھ ودوان اس سلسلہ میں یہ شہادت دی ہے کہ:۔

"مسلمانوں کا اثر جیسا باہر تھا۔ ویسا ہی اندرونی طور پر تھا۔ ہندو رہتے ہوئے بھی لوگ درود۔ فاتحہ پڑھتے۔ قرآن شریف بغلوں میں لئے پھرتے۔ نماز۔ روزہ۔ گیارویں والے پیر کی نیازیں دیتے۔ شیرینیاں کھاتے دم تک چلے آ رہے ہیں"
(ترجمہ از سکھ دھرم صفحہ ۲۸ اگست)

یہاں تک ہی نہیں بلکہ سکھ گھرانوں کی مستورات بھی مسلمان بزرگوں کی عقیدت مند تھیں جیسا کہ ایک سکھ ودوان سردار جی بی سنگھ جی ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل نے بیان کیا ہے کہ:۔

"میرے اپنے ننہال جو تلونڈی کے قریب ہی رہتے تھے اور رائے زادے کہلاتے تھے۔ آدھے مسلمان تھے۔ بہت سی اسلامی رسومات بجا لاتے تھے . . . . . . میرے اپنے گھرانہ میں آٹھ پشتوں سے سکھی اور نہنگ کہلانے کے باوجود میری دادیاں اور چچیاں اب تک مسلمان پیروں کو مانتی چلی آ رہی ہیں"
(ترجمہ از سکھ دھرم اگست صفحہ ۳۰)

ان حالات میں کون انصاف پسند یہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں نے تلوار کے زور پر اسلام پھیلایا تھا۔ کیا دھرتی کی تلواروں میں یہ طاقت ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اس قدر تبدیلی پیدا کر دے۔ سکھ حکومت کے دوران اور اس کے بعد نہنگ سکھوں کے گھروں میں بھی اسلام داخل ہو جائے۔ اور ان کی مستورات تک مسلمان بزرگوں کی عقیدت مند بن جائیں۔ نہنگ سنگھ تو شروع سے ہی مسلمانوں کے خون کے پیاسے رہے ہیں اور انگریزی دور میں بھی ان کی مسلم دشمنی بالکل واضح اور نمایاں تھی۔

اس کے علاوہ جب انگریزی دور میں پہلی مردم شماری کی گئی تو پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰ لوگوں نے اپنا مذہب ہندو مسلمان لکھوایا تھا (ملاحظہ ہو سکھ دھرم اگست صفحہ ۲۸) یہ پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰ لوگ جنہوں نے اپنا مذہب ہندو مسلمان لکھوایا تھا کون تھے؟ اور انہیں انگریزی دور میں کس مسلمان بادشاہ یا حکمران نے طاقت کے زور ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا؟ یہ اسلام کی روحانی تلوار تھی جس نے لوگوں کے قلوب فتح کئے تھے اور وہ اسلام کے ایسے عقیدت مند ہو گئے تھے کہ ہندو ہونے کے باوجود اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے اور قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں ہم یہ بیان کر دینا بھی ضرور خیال کرتے ہیں کہ خود اہل علم غیر مسلموں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ مسلمانوں پر یہ الزام غلط اور بے بنیاد ہے کہ انہوں نے اپنے اقتدار کے زمانہ میں غیر مسلموں کو جبراً اسلام میں داخل کیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کی سینکڑوں سال کی لمبی حکومت میں ہندوستان سے ہندوؤں کا نام و نشان مٹ جاتا۔ چنانچہ مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ:۔

"ہم یہ نہیں کہتے کہ کل مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں پر ظلم کیا بہت سے ایسے بھی ہوئے ہیں جو نیک مزاج تھے اور ہندوؤں کے ساتھ عمدہ عمدہ سلوک کیا کرتے تھے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو آٹھ سو سال کے اندر ہندوؤں کا نام بھی باقی نہ رہتا۔"
(تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۵۹)

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں

یہ بیان کیا ہے کہ:-

"یہ بات درست نہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو دہلی کے اردگرد مسلمانوں کی اکثریت ہوتی۔ کیونکہ دہلی میں مسلمانوں کی حکومت آٹھ سو سال تک رہی ہے۔"

(ترجمہ از گولڈن ٹمپل ہندو اتہاس صفحہ ۹)

یہ درست ہے کہ اگر مسلمان زبردستی کرتے تو اول تو آٹھ سو سال کے عرصہ میں تمام بھارت سے ہی ہندو ختم ہو جاتے ورنہ دہلی کے ارد گرد کا علاقہ تو ضرور ہندوؤں سے خالی ہو جاتا۔

مشہور سکھ لیڈر گیانی شیر سنگھ جی آنجہانی نے اس سلسلہ میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ:-

"ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے اتنا نہیں پھیلا جتنا کہ صوفی فقیروں نے پھیلایا ہے فرید ایسے بے لاگ، مسلمان بزرگ نے ہزاروں ہندو مسلمان بنائے صوفی فقیر اپنی آزاد خیالی اور فراخ دلی کے باعث ہندوؤں میں اپنی محبت اور عقیدت کا بیج بو دیتے تھے...... صوفی فقیروں پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اسلام کی جو اشاعت کی ہے اس میں ان کے اپنے شخصی اخلاق۔ اسلام کی قدرتی سادگی۔ اور ہندو مذہب کی کمزوری کا بہت بڑا دخل ہے۔" (ترجمہ از دھرم دا چھپر صفحہ ۸۲)

اس کے علاوہ غیر مسلم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے کی ایک بہت بڑی وجہ خود ہندوؤں کی اپنی تنگ ظرفی اور تعصب تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:-

"ممکن ہے کہ یہاں کے مسلمان بادشاہوں کے اثر سے بھی کچھ لوگ مسلمان بن گئے ہوں۔ لیکن ان مسلمانوں کی تعداد ایسے مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی جو ہندوؤں کی تنگ نظری اور تعصب سے دکھی ہو کر اپنے آبائی مذہب سے خود بخود دور چلے گئے۔

ہمارے یہاں بھارت میں ایسے ہندوؤں کو مسلمان بادشاہوں نے نہیں۔ ان مسلمان سنتوں نے اسلام کے حلقہ بگوش کیا۔ جو اپنی پاکیزہ تعمیر اور ان کے لئے خود بخود باعث کشش بن گئے

اسلام میں وہ پرویش کرتے ہی اس سیاسی اور سماجی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ جس نے ان کے لئے ایام ترقی کی تمام راہیں بند کر رکھی تھیں"

(پربھات ۴ مارچ ۱۹۵۵ء)

پس کسی شخص کا یہ اعتراض کرنا کہ مسلمانوں نے لوگوں کو زبردستی اسلام میں داخل کیا تھا۔ ایک ایسا اعتراض ہے کہ جس کا رد نہ صرف علمائے اسلام نے ہی کیا ہے۔ بلکہ سمجھدار غیر مسلم بھی اس کی کھلے بندوں تغلیط کر رہے ہیں۔ اور واقعات سے بھی اس کا رد ہو رہا ہے

نارتھ ویسٹرن ریلوے ——— راولپنڈی ڈویژن

ٹنڈر نوٹس

۳۰ جون ۱۹۶۱ء ختم ہونیوالے عرصہ کے دوران مندرجہ ذیل کاموں کے لئے ۱۹۵۷ء کے نظر ثانی شدہ شیڈول پر مبنی سربمہر ٹنڈرز ۲۳ نومبر ۱۹۶۰ء کے بارہ بجے دوپہر تک مقررہ فارموں پر مطلوب ہیں جو ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ این ڈبلیو آر راولپنڈی کے دفتر سے دو روپے فی فارم کے حساب سے نقد ادا کر کے حاصل کئے جا سکتے ہیں (فارموں کی قیمت ناقابل واپسی ہوگی)۔ ٹنڈرز اسی روز سوا بارے بجے دوپہر برسر عام کھولے جائینگے۔

کام	زرضمانت	عرصہ تکمیل کام
١-(ا) گوبر (ب) مٹی کے پلاسٹر کے لئے گارا (ج) بھوسہ (د) بھوسہ کی لدائی	روپے -/۱۰۰	۳۰ جون ۱۹۶۱ء
۲-(ا) بغیر بجھا ہوا چونا (ب) چونے کی لدائی	-/۱۰۰	"
۳-(ا) سرخی (ب) سرخی کی لدائی	-/۱۰۰	"
۴-(ا) ریت (ب) ریت کو لادنا	-/۱۰۰	"

۲- وہ تمام ٹھیکیدار جن کے نام پہلے سے منظور شدہ ٹھیکیداروں کی فہرست میں درج نہیں ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ ٹنڈر بھیجنے کی مقررہ تاریخ سے قبل ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ این ڈبلیو آر راولپنڈی کے پاس اپنے نام درج کرادیں۔

۳- خاص اور عام شرائط زیر دستخطی سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ٹھیکیداروں کو ان شرائط پر مقررہ جگہوں میں دستخط کر کے ان کی منظوری کی علامت کے طور پر انہیں ٹنڈر کے ہمراہ داخل کرنا ہوگا۔

۴- زرضمانت حسب معمول ڈویژنل پے ماسٹر این ڈبلیو آر راولپنڈی کے پاس جمع کرانا ہوگا

۵- ریلوے کا محکمہ کم سے کم لاگت کے یا کسی ٹنڈر کو منظور کرنے کا پابند نہ ہوگا۔

۶- چار علیحدہ علیحدہ نرخ درج کئے جائیں۔

(برائے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ راولپنڈی)

نارتھ ویسٹرن ریلوے ——— ملتان ڈویژن

ٹنڈر نوٹس

مندرجہ ذیل کام کے لئے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ملتان کو شیڈول ریٹ کے سربمہر ٹنڈر ۳۰ نومبر ۱۹۶۰ء کے بارہ بجے دوپہر تک مطلوب ہیں۔ جو اسی روز سوا بارہ بجے برسر عام کھولے جائینگے

کام	لاگت	زرضمانت	عرصہ تکمیل کام
صادق آباد میں ریفیوج سائڈنگز کو لوپس میں تبدیل کرنا	روپے -/۸۸۰۰۰	روپے -/۱۲۰۰	چھ ماہ

ٹنڈرز لازمی طور پر مقررہ فارموں پر داخل کئے جائیں جو زیر دستخطی کے دفتر سے ۳۰ نومبر ۱۹۶۰ء کے دس بجے صبح تک ایک روپیہ فی فارم کے حساب سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ فارموں کی قیمت بعد میں واپس نہ ہوگی۔

صرف منظور شدہ ٹھیکیدار ہی ٹنڈر داخل کریں ایسے ٹھیکیدار جن کے نام اس ڈویژن کی منظور شدہ فہرست میں درج نہ ہوں اور وہ مندرجہ بالا کام کے لئے ٹنڈر داخل کرنے کے سلسلے میں خواہشمند ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ نام کے اندراج کے لئے ۲۸ نومبر ۱۹۶۰ء سے قبل درخواست دیدیں۔ انہیں اپنے سابقہ تجربے اور موجودہ مالی حالت سے متعلق سندات کی کسی گزیٹڈ افسر سے مصدقہ نقول بھی درخواست کے ہمراہ پیش کرنی چاہئیں۔

تفصیل شرائط اور دیگر کوائف درخواست پیش کر کے اس دفتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

(برائے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ملتان)

اعلان نکاح

محترم چوہدری محمد حسین صاحب سابق امیر جماعتہائے احمدیہ ملتان جو آجکل اپنے بڑے صاحبزادے محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے ساتھ لندن میں مقیم ہیں کے چھوٹے صاحبزادے مکرم چوہدری عبد الحمید صاحب کا نکاح محترم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب سی۔ ایم۔ او ایسٹ بنگال ریلوے چاٹگام کی صاحبزادی مکرمہ شریفہ حمید صاحبہ سے مبلغ سات ہزار روپیہ مہر پر محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے مسجد مبارک ربوہ میں ۱۱ نومبر ۱۹۶۰ء کو بعد نماز جمعہ پڑھا احباب جماعت سے اس تعلق کے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم چوہدری عبد الحمید صاحب نے اس خوشی میں اعانت الفضل کے لئے مبلغ دس روپے نقد ادا فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(شبیر احمد قائمقام وکیل المال تحریک جدید ربوہ)

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شادی کی مبارک تقریب (بقیہ صفحہ اول)

و تحریک جدید اور بہت سے دیگر احباب پر مشتمل تھی۔ حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی کی قیادت میں محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے گھر روانہ ہوئی جہاں محترم شاہ صاحب موصوف اور دیگر احباب نے برات کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ بعد ازاں تقریب رخصتانہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ آغاز کار مکرم ابو طالب صاحب آف مشرقی افریقہ نے قرآن مجید کی تلاوت کی مجیب الرحمٰن صاحب درد نے درثمین میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی بعد ازاں حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا کرائی۔

ادارہ الفضل اس تقریب سعید کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر افراد اور محترم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور آپکے دیگر افراد خاندان کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے آمین۔

لیڈر بقیہ صفحہ ۲

کر سکیں۔ اسی بات کو سمجھتے ہوئے امریکہ میں احمدی مبلغ گئے۔ جس حد تک وہ ایشیائیوں کی مخالفت کرتے ہیں انہوں نے احمدی مبلغوں کی مخالفت کی۔ لیکن جہاں تک مذہبی تحریک کا سوال تھا اس کے مدنظر انہوں نے مخالفت نہیں کی۔ ڈچ حکومت نے انڈونیشیا میں بھی اسی طریق سے کام لیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سیاست میں یہ ہمارے ساتھ نہیں ٹکراتے تو گو انہوں نے مخفی نگرانیاں بھی کیں۔ بے اعتنائیاں بھی کیں۔ مگر کھلے بندوں احمدیت سے ٹکرانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور اس رویہ میں وہ بالکل حق بجانب تھے۔ بہرحال ہم ان کے مذہب کے خلاف تبلیغ کرتے تھے۔ اس لئے ہم ان سے کسی ہمدردی کے امیدوار نہیں تھے مگر ہم ان کی سیاست سے بھی براہ راست نہیں ٹکراتے تھے اس لئے ان کا بھی یہ کوئی حق نہیں تھا۔ کہ ہم سے براہ راست ٹکراتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب جماعت احمدیہ قریباً ہر ملک میں قائم ہے۔ ہندوستان میں بھی۔ افغانستان میں بھی۔ ایران میں بھی۔ عراق میں بھی۔ شام میں بھی فلسطین میں بھی۔ مصر میں بھی۔ اٹلی میں بھی۔ سوئٹزرلینڈ میں بھی۔ جرمنی میں بھی۔ انگلینڈ میں بھی۔ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں بھی۔ انڈونیشیا ملایا ایسٹ اور ویسٹ افریقہ۔ ایبے سینیا۔ ارجنٹائن غرض ہر ملک میں تھوڑی یا بہت جماعت موجود ہے اور ان ممالک کے اصلی شہریوں میں سے جماعت موجود ہے۔ یہ نہیں کہ وہاں کے بعض ہندوستانی احمدی ہوگئے ہوں اور وہ ایسے مخلص لوگ ہیں کہ اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے قربان کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ بیشک

جماعت احمدیہ تھوڑی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے جماعت اسلامی قائم ہو رہی ہے ہر ملک میں کچھ نہ کچھ افراد اس میں شامل ہو کر ایک عالمگیر اتحاد کی بنیاد رکھ رہے ہیں اور ہر سیاست کے ماننے والے لوگوں میں سے کچھ نہ کچھ آدمی اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ ایسی تحریکوں کی ابتداء شروع میں چھوٹی ہی ہوا کرتی ہے لیکن ایک وقت میں جا کر وہ ایک فوری قوت حاصل کر لیتی ہیں اور چند دنوں میں اتحاد اور اتفاق کا نیج بونے میں کامیاب ہو جاتی ہیں ظاہر ہے کہ سیاسی طاقت کے لئے سیاسی جماعتوں کی ضرورت ہے۔ اور مذہبی اور اخلاقی طاقت کے لئے مذہبی اور اخلاقی جماعتوں کی ضرورت ہے جماعت احمدیہ سیاست سے اسی لئے الگ رہتی ہے کہ اگر وہ ان باتوں میں دخل دے تو وہ اپنے کام میں سست ہو جائے"۔

پھر سیاست میں نہ حصہ لینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سیاست میں اسلامی اخلاق کے مطابق مشورہ نہ دیا جائے یا اصلاح کی کوشش نہ کی جائے یا اسلامی اصولوں کے مطابق تنقید یا رہنمائی نہ کی جائے خواہ اس سے نقصان کا احتمال ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا تمام دنیا میں اسلامی حکومت قائم کرنا تو یہ صحیح ہے کہ اسلام کا مقصد تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرنا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ آج ایسی حکومت قائم کرنا احمدیوں کے ذمہ ہے لیکن ہم حکومت کو انعام سمجھتے ہیں اور خداداد خیال کرتے ہیں اسلام خود عہدہ طلب کرنے سے منع کرتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کے طور پر ملے تو اس سے انکار کرنا جائز نہیں۔ الغرض ہمارا مقصد حقیقی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں واضح فرمایا ہے۔

هو الذي ارسل رسوله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون۔

اس کے ساتھ آیۃ استخلاف میں جو نتائج ہیں ان کا بھی مطالعہ فرمالیں۔ ہم مسلمانوں کے ملک میں اسلام کے نام پر سیاسی پارٹی بنا کر برسر اقتدار آنے کی کوشش کرنا خلاف اسلام مانتے ہیں کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔

ہم آخر میں "ایشیا" کے مدیر محترم سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر ان کو واقعی اسلام سے محبت ہے تو انہیں ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے جو اسلامی اخلاق کے منافی ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ "حق" کو "ناحق" سے سہارا دیا جائے۔ انہیں جماعت احمدیہ کے متعلق از سر نو سوچنا چاہیئے اور جو تعصبات ان کے دل میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کا از سر نو جائزہ لینا چاہیئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قیامت کے روز ان کی وجہ سے اپنی نیکیوں کا اجر بھی ضائع کر دیں۔ (باقی)

اشتہار زیر دفعہ ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب صاحب افسر مال باختیار سپیشل کلکٹر جھنگ

مقدمہ فک الرہن موضع عیسیٰ والا تحصیل شورکوٹ

امام بخش ودریام پسران دھودا قوم جٹ سکنہ عیسے والہ تحصیل شورکوٹ بنام پیارا رام ولد لوکو رام غیر مسلم حال بھارت۔

درخواست فک الرہن کھاتہ ۲۸۵ کا ۱/۱۸ حصہ بقدر عہ کنال مطابق جمعبندی سال ۵۹-۱۹۵۸ء مقدمہ بالا میں پیارا رام فریق دوم غیر مسلم ہے جو کہ ترک سکونت کر کے ہندوستان چلا گیا ہے جس پر اب آسانی سے تعمیل ہونی مشکل ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار اخبار مشتہر کیا جاتا ہے کہ وہ مورخہ ۱۱/۲۵ کو صبح ۹ بجے بمقام جھنگ صدر حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کریں۔ ورنہ بصورت عدم حاضری ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ کی جائے گی۔

آج مورخہ ۱۱/۲ بثبت ہمارے دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم